باسمہٖ تعالیٰ

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (آل عمران)

بکثرت اللہ کا ذکر کرو بہت ممکن ہے تم کو فلاح نصیب ہو جائے

مُراد الٰہی بیانِ امامنا مہدی موعود علیہ السلام

اللہ کا ذکر کرو تاکہ اللہ تعالیٰ کی بینائی حاصل ہو

اِفادیتِ ذکرِ الٰہی

از

الحاج مولانا حضرت میاں سید خدابخش خوندمیری میانجی صاحب زادہٗ فرہ مبارک
(سجادہ دائرہ نو)

جاری کردہ

تنظیم مہدویہ حیدرآباد

۳۱۶-۴-۱۶ چنچلگوڑہ

حیدرآباد - ۵۰۰۰۲۴ آندھرا پردیش

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

۷۸۶

عرضِ حال

دورِ حاضر کے معاشرے میں " اقدارِ حیات " جس انداز اور جس سرعت کے ساتھ پامال ہوتے نظر آ رہے ہیں، کسی کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں۔ ساتھ ہی ساتھ اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ بعض حساس قلوب اذیت میں مبتلا ہیں اور اس خواہش و سعی میں لگے ہوئے ہیں کہ اصلاحی کام کرتے جائیں اور لوگ اصلاحی کوششوں کا اثر قبول کریں

اس پس منظر میں " تنظیم مہدویہ حیدرآباد " نے " گرمائی درس " کا سلسلہ شروع کیا۔ اور " ایک عنوان، ایک مقرر " کے اصول کو اپنایا گیا۔ اسی سلسلہ میں ۶ جون ۱۹۸۲ء یکشنبہ کو بعنوان " افادیتِ ذکرِ الٰہی " حضرت الحاج مولانا سید خدابخش خوندمیری میانجی صاحب (دائرہ نو) نے حاضرین کو مخاطب کیا۔ حضرت موصوف کی تقریر میں جو جامعیت اور انفرادیت تھی، بیشتر سامعین کرام نے نہ صرف دادِ تحسین دی بلکہ قومی افادیت کے پیشِ نظر اشاعتِ عام کی ضرورت بھی محسوس کی۔ چنانچہ " نورِ ولایت " مورخہ یکم جولائی ۸۲ء مطابق ۹ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ میں اس خصوص میں مختصر رپورٹ بھی دی گئی۔

حضرت موصوف کے مضامین اور تقاریر میں جو تقاضا شدت کے ساتھ نظر آتا ہے وہ یہ کہ " مذہبی واردات " کی بنیاد پر رسوخ فی الایمان اور اتباع

شریعت میں صدق و خلوص پیدا کیا جائے۔ مذہبی واردات عبارت ہیں بندے
اور خدائے تعالیٰ کے درمیان "نسبت" کے بلا واسطہ ادراک سے بلاشبہ کہا جا سکتا ہے
کہ حضرت موصوف کے غور و فکر میں "محبت" اور "دید" کا عنصر غالب ہے۔

ادارہ نے اس خصوص میں تقریری کیسٹ دیتے ہوئے حضرت موصوف سے
اسی عنوان پر مضمون قلمبند کر دینے کی خواہش کی۔ ادارہ کو اعتراف ہے کہ حضرت موصوف نے
ہر موقع پر ہمت افزائی فرمائی اور ہماری کاوشوں کو سراہا۔

پیشِ نظر اس مختصر مضمون میں آپ کو عشقِ الٰہی اور ذکرِ الٰہی پر ایک جامع
اور سیر حاصل بحث ملے گی۔ ہمارے علم و نظر کی حد تک اس مضمون میں جو انفرادیت ملتی ہے،
کہیں اور موجود نہیں۔ اور یہی انفرادیت حضرت موصوف کی ہر تقریر اور ہر تحریر
میں غالب نظر آتی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری سعی کو قبول فرمائے اور ناظرین کو
بحسن خوبی استفادہ کا موقع عطا فرمائے۔ آمین!

سید عبد اللہ اطہر	ابوالطیف سید محمد
صدر	معتمد

باسمہٖ تعالیٰ

الحمد للہ رب العالمین الصلوٰۃ والسلام علی
الخاتمین وعلی الھما واصحابھما اجمعین
اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :۔
اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ
(العنکبوت۔ آیت ۴۵)
بیشک نماز فحش اور بُرے کاموں سے باز رکھتی ہے اور اللہ کا ذکر اس سے بھی افضل ہے۔

اس ارشادِ ربّانی سے یہ ثابت ہے کہ نماز کے مقابلے میں ذکرِ الٰہی کو بہت زیادہ فضیلت حاصل ہے۔ ویسے قرآن حکیم میں ایسی کئی آیتیں ملتی ہیں جس میں ادائی نماز اور ذکرِ الٰہی کا حکم دیا گیا ہے۔ یہاں صرف اتنی وضاحت مقصود ہے کہ ایک عبادت مؤقتی ہوتی ہے اور ایک دائمی۔ نماز ایک مؤقتی عبادت ہے جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے :۔
اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا۔
(النسآء۔ آیت ۱۰۳)
اس لئے نماز دائمی عبادت یعنے ذکرِ الٰہی سے کسی طرح افضل نہیں ہوسکتی جیسا کہ آیت مذکور سے صاف ظاہر ہے۔ نماز کے تعلق سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔
"ذکر و انقیاد (یعنے اطاعت و فرمانبرداری) ہی نماز ہے" نیز ارشاد فرماتے ہیں :۔

Scanned with CamScanner

"جس نے فرضِ دائمی ادا نہیں کیا، اس کا فرضِ موقتی بھی قبول نہ ہوا"۔ حضورؐ کا یہ حکم ارشادِ باری تعالےٰ کے فرمان کی گویا تشریح و تفسیر ہے چنانچہ ارشادِ باری تعالےٰ ہوتا ہے :۔

وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوا كُسَالٰى يُرَآءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيلًا (النسآء آیت ۱۴۲)

اور جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو کاہلی کیساتھ محض لوگوں کو دکھانے کی خاطر کھڑے ہوتے ہیں۔ اور تھوڑا سا بھی اللہ کا ذکر نہیں کرتے ہیں۔

موضوعِ گفتگو اس وقت ذکرِ الٰہی اور اس کی افادیت ہے۔ اس لئے نماز کے فوائد و برکات کی تفصیل میں گئے بغیر حضور نبی کریم صلعم کے ایک ارشادِ مبارک کو پیش کرتے ہوئے مناسب سمجھتا ہوں کہ اس جملۂ معترضہ کو یہیں ختم کردوں اور اپنے اصل موضوع پر آجاؤں۔ ارشادِ رسولؐ ہے کہ "نماز کے حرکات قیام، قرأت حمد، رکوع اور سجود میں، 'میں' اور 'تو' کے خطروں سے نماز نہ ہوگی"۔ یعنے نماز پورے خلوصِ دل اور توجہ الی اللہ کے ساتھ ادا ہونی چاہیئے۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو صحت نماز کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

طہارت نہ بخونِ جگر کند عاشق ـ بقولِ مفتیٔ عشقش درست نیست نماز

اوپر یہ بیان ہو چکا ہے کہ ذکرِ الٰہی دائمی عبادت ہے اس کے ثبوت میں خدا تعالیٰ کا یہ ارشاد کافی ہے۔

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى جُنُوبِهِمْ (آل عمران آیت ۱۹۱)

جو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی توضیح و تفسیر فرماتے ہیں "یعنے شب و روز، خشکی و تری، سفر و حضر میں، غنی و فقر میں، بیماری و صحت میں، ظاہر اور پوشیدہ حالت میں (اللہ تعالیٰ نے) ذکر کا حکم فرمایا ہے۔"

آیت شریفہ کے مندرجہ بالا ٹکڑے میں مومنین کا یہ خصوصی وصف بیان کیا گیا ہے کہ وہ کبھی بھی اور کسی حال میں بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں رہتے اور وہ ہمیشہ ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں مطلب یہ ہوا کہ دواماً ذکر الٰہی کرتے رہنا مومن کا وصف امتیازی ہے۔ اس کے قطع نظر آیت ذیل میں واضح طور پر مومنین کو بصیغہ امر خطاب فرمایا گیا ہے چنانچہ حکم ہوا:-

فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِکُمْ ۔ (النساء۔ آیت ۱۰۳)

پھر جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے رہو

حضرت ابن عباسؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں "حق تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کوئی عبادت ایسی فرض نہیں کی کہ جس کی ایک حد معلوم مقرر نہ کر دی ہو۔ پھر اہل عذر کو حالت عذر میں اس سے معاف فرمایا ہو لیکن ذکر الٰہی ہی ایک ایسی عبادت ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی اور کسی کو اس سے معاف نہیں فرمایا اِلّا مغلوب العقل کے اور ہر حال میں اپنے ذکر کا حکم دیا۔"

انسان تین حالتوں میں رہتا ہے اس کے علاوہ چوتھی کوئی ایسی حالت نہیں ہوتی جس میں وہ پایا جائے۔ اور زندگی کا کوئی لمحہ ایسا نہیں ہوتا جو ان تین حالتوں سے باہر ہو جائے یہ آیت شریفہ صاف طور سے استمرار پر دلالت کرتی ہے اس آیت کی تائید میں کئی اور آیتیں

سے کچھ دنیاوی فائدے حاصل ہو جائیں لیکن قرب و معیت الٰہی کے حصول میں یہ قطعاً مانع نہیں یہی وجہ ہے جو نوافل ادا کرنے کی سختی سے ممانعت فرمائی گئی ہے حجت الاسلام حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں۔

"اوامر و نواہی پیش آنے کے وقت میں خدا کو یاد کرے اور گناہ سے ہاتھ کھینچے حکم الٰہی بجا لائے اگر ذکر اسے اسبات پر نہ لائے تو یہ اس بات پر دلیل ہے کہ وہ ذکر محض نفس اور بے حقیقت ہے"۔ اسی سبب سے ذاکر الٰہی کو حضور رسول مقبول صلعم نے "زندہ" سے تعبیر فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے "خدا کا ذکر کرنیوالا غافلوں میں ایسا ہے جیسا کہ مردوں میں زندہ ہے"۔

حضرت محمد بن فضل بلخیؒ فرماتے ہیں "علم تین قسم کے ہیں۔ ایک علم اللہ کی طرف سے دوسرا اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور تیسرا اللہ تعالیٰ کے ذکر اور یاد سے"۔ پس یوں سمجھیے کہ دل محل ایمان ہے جس کے قرین ذکر ہے چنانچہ حضرت ابو محمد عبداللہ خبیقؒ فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ نے دلوں کو مساکن ذکر بنایا تھا مگر جب نفس امارہ کی صحبت کا اثر پڑا مسکن شہوت بن گیا۔ اب اس دل کو کوئی چیز شہوات سے پاک نہیں کر سکتی مگر وہ خوف جو مضطر کر دے یا وہ شوق جو آرام بھلا کر قلق پیدا کر دے"۔

غافلین ذکر الٰہی کے تعلق سے خداوند تعالیٰ تنبیہ فرماتے ہیں:۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِیْۤ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا۔

(طٰہٰ۔ آیت ۱۲۴، ۱۲۵)

یعنے اور جس نے میرا ذکر کرنے سے روگردانی کی پس ہم اس کا روزگار تنگ کر دیں گے اور روز قیامت اس کو اندھا بنا کر اٹھائینگے۔ کہے گا اے میرے رب مجھ کو اندھا کیوں اٹھایا تحقیق کہ میں دیکھنے والا تھا۔

روزگار تنگ کر دینے کا مطلب ہے زندگی اجیرن کر دینا امور دنیوی میں پھنسا کر رکھ دینا۔

اسیطرح ایک اور وعید ذکر سے غفلت برتنے والوں کے حق میں نازل ہوئی ارشاد ہوتا ہے:۔

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۔ (سورۂ زخرف)

جو آدمی ذکرِ خدا سے غافل ہو کر زندگی کرے تو ہم اس کے لئے شیطان مقرر کر دیتے ہیں۔

حضور رسولِ خدا صلعم ارشاد فرماتے ہیں: "شیطان، انسان کے دل پر اپنا سینہ رکھا ہوا ہوتا ہے پس جب وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو پیچھے ہٹ جاتا ہے، اور منہ پھیر لیتا ہے جب اس کا دل ذکر سے غافل ہو جاتا ہے تو اس میں اس کی آرزوں کو پیدا کر دیتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ، غافل ذکر پر شیطان کو مقرر فرماتا ہے اور رسول اللہ فرماتے ہیں کہ غافل کے دل میں اللہ تعالیٰ آرزوئیں پیدا کر دیتا ہے۔ شیطان ہو کہ آرزو لازمہ دنیا ہے پس "وجود" انسان ہی اس کے اپنے حق میں دنیا ہے۔ ایسے میں اگر انسان اپنے "وجود" سے ہی اعراض کر لے یا پھر اپنے "وجود" کی ہی نفی کر دے تو گویا اس نے دنیا و ما فیہا سے اعراض کر لیا اور اس طرح غافل ہونے سے محفوظ ہو گیا۔ اور جس نے اپنے "وجود" کی نفی نہیں کی تو گویا اس نے اپنے پر ظلم و جور کیا۔ مختصر یہ کہ ترکِ "وجود" سے ہی توحید کا اقرار ہوتا ہے۔ حضرت ابو عبداللہ محمد بن خفیف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "توحید نام ہے طبیعت سے اعراض کرنے کا۔" پس توحید سے مراد یہ ہے کہ ماسوائے ذاتِ حق، دل میں کوئی خطرہ راہ نہ پائے۔ اندیشۂ غیر اثباتِ غیر کے بغیر نہیں ہوتا۔ اثباتِ غیر ہونے کی صورت میں حکمِ توحید ساقط ہو جاتا ہے۔ جب حکمِ توحید ہی نہ رہے تو ظاہر ہے کہ شرک لازمی ہو گا۔ اس خصوص

Scanned with CamScanner

میں حضرت بایزید بسطامیؒ کے حال وقال سے بڑی وضاحت ہوتی ہے حضرت بایزید بسطامیؒ جب حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے تو انھیں صرف بیت اللہ نظر آیا۔ فرمایا۔ "حج مقبول نہیں ہوا"۔ دوسری بار حج کو نکلے تو خانہ کعبہ کے ساتھ صاحبِ خانہ کو بھی دیکھا۔ فرمایا۔ "ابھی حقیقتِ توحید منکشف نہیں ہوئی۔ کیوں کہ قدیم کے ساتھ حادث بھی نظر آرہا ہے"۔ تیسری بار تمام کا تمام جلوۂ خداوندی نظر آیا۔ نہ بیت تھا نہ کوہ۔ ندائے غیب آئی۔ "اے بایزید! تو اگر اپنے کو بھی نہ دیکھتا گو کہ عالم تمام دیکھتا، مگر مشرک نہ ہوتا۔ اور اب جب کہ تو تمام عالم کو میرے ساتھ نہیں دیکھتا مگر اپنے کو دیکھ رہا ہے، مشرک ہے"۔

میانِ عاشق و معشوق ہیچ حائل نیست
تو خود حجابِ خودی حافظ از میاں برخیز

پس معلوم ہوا کہ وجود کا اثبات یعنے اپنے موجود ہونے کا احساس ہی شرک خالص ہے۔ چنانچہ حضرت نے توبہ کی پھر توبہ کی بھی توبہ کی۔ یہاں لطیف بات یہ ہے کہ توبہ سے توبہ اس لئے کی کہ اپنے وجود کو باقی رکھکر حضرت بایزیدؒ نے توبہ کی تھی، لہٰذا اس توبہ سے بھی توبہ کرنی پڑی۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی دو نسبتیں ہیں۔ ایک نسبتِ خلق دوسری نسبتِ حق۔ حضرت ابو القاسم ابراہیم محمد بن محمودؒ جو اولیائے کبار سے ہیں، فرماتے ہیں۔ "بندہ دو نسبتوں میں ہے ایک نسبتِ آدم دوسری نسبتِ حق۔ جب آدم کے ساتھ نسبت ہوگی تو میدانِ شہوات و مقامات آفات و ذلت میں پڑتا ہوگا۔ اس لئے کہ طبائع انسان نہایت ذلیل و بے قدر ہیں۔ اگر نسبتِ حق حاصل ہوگی تو مقاماتِ سلوک برہان

مل جائینگی تمثیلاً صرف ایک آیتہ پر اکتفا کیا جاتا ہے حکم ہوتا ہے :-

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (آل عمران آیت)

بکثرت اللہ کا ذکر کرو بہت ممکن ہے کہ تم کو فلاح نصیب ہو جائے ۔

مندرجہ بالا آیات سے یہہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ اللہ تعالیٰ ذکر بدوام کرنے کی تاکید محض اسی لئے کی ہے کہ دوسری تمام عبادتوں سے ذکر کو ترجیح اور فضیلت حاصل ہے ۔ خاتم النبین صلعم ارشاد فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام بہترین اور مقبول عبادتوں میں افضل اور مقبول ترین عبادت ذکر اللہ ہے" نیز ارشاد فرماتے ہیں :-

" ایک ساعت فکر و مراقبہ میں بیٹھنا ساٹھ سالہ عبادت سے بھی بہتر ہے "

ان آیاتِ الٰہی اور احادیثِ نبوی سے واضح ہے کہ ذکرِ الٰہی ساری عبادتوں میں افضل اور مقبول ترین عبادت ہے ، یہاں سوال صرف عزم بالجزم ارادۂ راسخ ، پختہ اعتماد اور بھروسہ کا ہی ہے ہم کسی انسان کو اس بات کیلئے مجبور نہیں کر سکتے کہ وہ ہم پر اعتماد کرے بلکہ ہمارا عمل ہی انسان کو ہماری ذات پر اعتماد کرنے کیلئے مجبور کر دیتا ہے ، اعتماد کرنے یا کروانے کیلئے ایک طویل مدت درکار ہوتی ہے ۔ کسی کو اگر مجھ پر اعتماد نہیں تو اس میں اس کا شائد قصور بھی نہو کیوں کہ لوگ تو برسوں میں بھی ایک دوسرے کو نہیں سمجھ سکتے ۔ یہہ تلخ حقیقت بھی بہر حال پیش نظر رہنی چاہیئے کہ نوافل کے چکر میں نہ پڑنا اور ادائے فرض سے غافل نہ ہونا ہی عین عبادت ہے ، نفل ایک فعل زائد کا نام ہے جو فرض تو کیا سنت بھی نہیں ہے ۔ لہٰذا پچاس ۵۰ ہو کہ پچیس ۲۵ رکعت بہر حال نفل نماز ہی ہوگی اسی طرح سارے اوراد اور وظائف بھی نفل ہی ہیں ۔ ان سب کی مواظبت اور پابندی کے بدیہی معنی یہہ ہیں کہ فرض سے غفلت برتی جائے اور ایک زائد و غیر مسنون کو ایک امر مفروض و مفضول پر ترجیح اور فوقیت دی جائے ، امورِ دینی کی بجا آوری میں یہہ ایک طرح کی بد دیانتی اور خیانت ہے ۔ بہت ممکن ہے کہ نفل

Scanned with CamScanner

اور عصمت ولایت میں آجائیگا اور نسبتِ عبودیت حاصل کر لے گا۔"

یہاں تک کی ہماری اس تقریر سے اہمیتِ ذکر کا اندازہ ہو جاتا ہے اور ذاکر و غافل کے مقام کا بھی تھوڑا سا احساس ہو جاتا ہے لیکن بات پھر بھی نامکمل رہ جاتی ہے کہ طریقۂ ذکر ہنوز تشنۂ اظہار ہے۔ پس اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ۔

(البقرہ آیت)

پس یاد کرو اللہ کو جیسا سکھایا ہے تم کو جسے تم نہیں جانتے تھے۔

رسول عربی صلعم فرماتے ہیں۔" افضل الذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ہے۔"

نیز ارشاد ہوتا ہے" ہر چیز کا ایک صیقل ہوتا ہے۔ دل کا صیقل لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا ذکر ہے۔" جب دل یا قلب صیقل ہو جاتا ہے تو" محلِ معرفتِ الٰہی " ہو جاتا ہے اس لئے کہا گیا ہے کہ قلب فضیلت میں کعبہ سے افضل ہے بسبب اس کا اہلِ معرفت یہہ بتاتے ہیں کہ کعبہ قبلۂ عبادتِ ظاہری ہے لیکن قلب اللہ کا "عرش" ہے اور اس پر اللہ کی نظر رہتی ہے۔ لائق غور بات صرف اتنی ہے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا قائل ہونا ہی سالک کیلیے کافی نہیں بلکہ اس کا دانا اور بینا ہونا بھی ضروری ہے تب کہیں توحیدِ حقیقی اور ایمانِ مکمل سے بہرہ یاب کیا جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم ادہم رح فرماتے ہیں" میں نے حضرت خضر علیہ السّلام کے فیضِ صحبت میں اللہ کا نام لینا سیکھا اور اس کے بعد ماسوا، اللہ سے قطعاً فارغ ہو گیا۔"

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رح نے اپنے ایک مرید کو حکم دیا کہ تمام دن

اللہ اللہ کہتا رہے۔ تین دن بعد حکم دیا کہ دن کے ساتھ ساتھ رات میں بھی اللہ اللہ کہتا رہے مرید حکم بجالاتا رہا۔ اس کا فائدہ اس کو یہ ہوا کہ خود کو خواب میں بھی دیکھتا تو یہی ذکر کرتا ہوا دیکھتا۔ رفتہ رفتہ یہ ذکر اس کے لئے طبیعتِ ثانی ہو گیا۔ پھر حکم دیا کہ ذکر لسان سے لوٹ کر ذکر قلبی کرے۔ مرید حکم بجالایا۔ حتیٰ کہ ذکر اس پر غالب ہو گیا۔ ایک روز لکڑی گرنے سے اس کے سر پر چوٹ آئی قطراتِ خون جب زمین پر گرنے لگے ہر قطرہ سے لفظ اسم یعنی اللہ ہی منقش ہوتا ہوا نظر آیا۔ اس واقعہ سے جس حقیقت کی وضاحت ہو رہی ہے وہ بس یہی ہے کہ ذکر حالِ غیبت یا مقامِ حضور میں ہوتا ہے۔ اور جب ذاکر مشاہدہ حضورِ حق کر لیتا ہے تو پھر ذکر مشاہدہ ہو جاتا ہے۔ برخلاف اس کے ذاکر اگر اپنے "وجود" سے آگاہ اور مطلع ہو تو پھر باوجود پابندیٔ ذکر کے وہ غفلت میں ہے کیوں کہ اپنے "وجود" کا احساس رکھتا حق سے غائب اور دور رہنے کو مستلزم ہے۔

زباں در ذکر و دل در فکر خانہ
چہ حاصل زیں نمازِ پنجگانہ!

اللہ تعالیٰ کو یاد رکھتے ہوئے اس کا ذکر بھول جاتے میں نقصان تو بہر حال ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو فراموش کر کے ذکر کرنے میں زیادہ نقصان ہے۔ اس لئے کہ ذاتِ حق کو دھیان میں نہ رکھ کر صرف الفاظِ ذکر دہراتے رہنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ذکر ایک علاحدہ فعل ہے اور مذکور علحدہ تو جو خیالِ ذکر میں مذکور کی ذات کو فراموش کرے اور اس سے بے توجہی برتے تو یہ بہت بڑی غفلت اور خسارے کی بات ہے۔ اور اس طرح یہ ذکر، ذکرِ غیر ہو جاتا ہے۔

اور اس سے شرک لازم آتا ہے۔ کیوں کہ اس سے مشاہدۂ حضوری حاصل نہیں ہوتا۔ بحالتِ ذکر، ذکر کے ساتھ مذکور کا تصوّر قائم ہوجائے تو حجابِ غیبت کے باوجود حضوری حاصل ہوگی۔

مختصر یہ کہ ذکرِ الٰہیؔ اصولِ دین سے ایک اہم ترین اصل ہے جس پر انبیاء و مرسلین نے نہ صرف خود عمل کیا ہے بلکہ مخلوق کو اس کی ہدایت بھی دی ہے۔ حضور خاتم الانبیاء صلعم نے بشدت تاکید فرمائی ہے۔ حضورؐ افادیت ذکر کے تعلق سے فرماتے ہیں "جو بندہ ذکرِ دوام کرتا ہے اللہ اس پر اپنی معرفت کے دروازے کھولدیتا ہے اور اس کے دل کو اپنے انوار و اسرار کی تجلیوں سے منور کردیتا ہے اور اللہ کے اور بندہ کے درمیانی حجابات اٹھ جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ خدائے تعالیٰ کو دنیا میں عیاں دیکھتا ہے"

خاتم ولایتِ محمدی حضور امامنا میراں سید محمد مہدی موعود خلیفۃ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرمان کا لبِ لباب یہ ہے کہ آنحضرتؐ کی بعثت میارِ احکام دین کو تازہ اور مسائل احسان کو واشگاف کرنے اور ان پر عمل کروانے کی غرض سے ہوئی ہے۔ چنانچہ حضورؐ نے بہ حکم خدا تعالیٰ ذکرِ دوام کو مخلوقِ انسانی پر فرض فرمایا۔ اوپر ذکر پر دلالت کرنے والی آیات پیش کی جاچکی ہیں۔ بساتھ ہی وضاحت کے ساتھ یہ بھی بتلایا جاچکا ہے کہ فرضِ دائمی، فرضِ موقتی سے اہم اور افضل ہوتا ہے۔ حضور امامناؑ کی ذاتِ اقدس محققوں کے دین کی موید ہے۔ پس طریقِ ذکر میں آپؑ کی پیروی لازم اور فرض ہے۔

اب آئیے اصل موضوع پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:-

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ۔

پس یاد کرو اللہ کو جیسا کہ سکھایا ہے تم کو جسے تم جانتے نہ تھے۔

حضور نبی کریم صلعم نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کو افضل الذکر فرمایا ہے حضور مہدی موعود صلعم نے کتب الٰہی کی مراد اور معنیٰ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ بیان فرمائے ہیں پس ثابت ہوا کہ ذکر الٰہی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ہی ہے۔ اس سے ہٹ کر نہیں۔

اس ذکر کی خصوصیت کے تعلق سے حضور نبی کریم صلعم ارشاد فرماتے ہیں:۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یُنْبِتُ الْاِیْمَانَ کَمَا یُنْبِتُ الْمَآءُ الْبَقْلَۃَ۔

یعنے "لا اللہ الا اللہ کا ذکر ایمان کو اس طرح اگاتا ہے جیسے پانی ترکاری کو"

حضور امامنا مہدی موعود صلعم ارشاد فرماتے ہیں۔ "ہمیشہ دل کو خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھنے سے عشق حاصل ہوتا ہے۔ اور عشق فرض ہے تاکہ خدا کو پہنچے"

نیز ارشاد فرمایا کہ "لا الٰہ الا اللہ کی صفت ایسی ہے کہ غیر اللہ کی ساری محبتوں کو جلا دیتی ہے"

پس لا الٰہ الا اللہ کا ذکر وہ واحد اور افضل عبادت ہے جو اللہ تعالیٰ اور بندہ کے درمیان بنیادی اور اولین رابطہ ہے حضور امامناؑ ارشاد فرماتے ہیں۔ "معنیٰ ذکر کا ماحصل یہ ہونا چاہیئے کہ "وجود" میں اللہ کے سوائے کوئی نہیں"۔ اس فرمان والا شان کی وضاحت حدیث قدسی سے یوں ہوتی ہے۔ "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جب میرے بندے پر میرا ذکر و شغل غالب ہوجاتا ہے تو میں اس کو اپنے ذکر ہی میں لذت عطا کرتا ہوں۔ جب اس کو میرے ذکر میں لذت ملتی ہے تو وہ میرا عاشق ہوجاتا ہے اور میں

اس کا عاشق ہوجاتا ہوں۔ میرے اور اس کے درمیانی پردے اٹھا دیتا ہوں"۔

اس مختصر اشارات سے افادیت ذکر الہٰی عیاں اور واضح ہو چکی ہے۔

لیکن بات اب بھی مکمل نہیں ہوئی۔

حضور امامنا مہدی موعود علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ "ہم کو آسمان، زمین، عرش اور کرسی کے عالم میں سفر ہے۔ انسان عالم اکبر ہے"۔ یعنے انسان کا "وجود" اور انسان کا "معنیٰ"۔ آپ کا ایک اور ارشاد عالی ہے کہ بندہ جو کچھ کہ کہتا ہے، خدا تعالیٰ کے حکم اور خدا تعالیٰ سے بلا واسطہ حاصل کر کے کہتا ہے"۔ پس فرمانِ مذکور بھی بحکم خدا تعالیٰ ہے۔ جس کی تائید قرآن حکیم کی اس آیت سے ہوتی ہے۔ فرماتا ہے:-

اِنَّنِیۡۤ اَنَا اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنَا ۔ (طٰہٰ آیت)

تحقیق میں ہی اللہ ہوں، نہیں کوئی معبود مگر میں۔

یہی وہ لطیف رمز اور غامض اسرار، اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ تھے جس کے سبب سے رسول اللہ کو حکم دیا گیا۔

فَاعۡلَمۡ اَنَّہٗ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (محمد آیت)

اے محمد! لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو جان لو۔

یعنے اس کی معرفت اور اسرار ہی اس کے معنے ہیں۔ حرف کہنے کے مقام میں ہوتا ہے، علم کے مقام میں نہیں۔ پس حرف سے جب رسول اللہ نے نظر اٹھالی تو ارشاد ہوا۔

"انا احمد بلا میم" — "انا عرب بلا عین"

اور کمالِ اتباع تو دیکھئے بالکل اسی طرح مہدی موعودؑ کی زبان مبارک سے صادر ہوا۔

" انا رب العالمین " ـ " ذاتِ ما ذات اللہ است "

ظفرؔ اس سے چھٹ کے جو جست کی تو یہ جانا ہم نے کہ واقعی
فقط ایک قید خودی کی تھی نہ قفس تھا کوئی نہ جال تھا

از روئے قرآن خاتمین علیہم السّلام مامور من اللہ ہیں۔ جس کی وجہ سے شریعتِ ظاہر بھی ان ذواتِ مقدسہ پر حکم قتال عائد کرنے سے قاصر رہی۔ لیکن منصور حلاجؒ اور شمس تبریزیؒ وغیرہ مامور من اللہ نہیں تھے، حکمِ قتال ان پر عائد ہو گیا۔ برخلاف ان کے حضرت جنید بغدادیؒ اور حضرت بایزید بسطامیؒ نے احتیاط روا رکھی چنانچہ بعد وصال جب نکرین آئے اور حضرت جنیدؒ سے پوچھا کہ " تیرا رب کون ہے " تو فرمایا کہ " خدا سے پوچھو اگر وہ قبول کرتا ہے تو میرا کہنا حق ہے۔" فرمانِ خدا ہوا کہ " میرا بندہ حق کہتا ہے، تم واپس آجاؤ۔" اب فرشتوں کا وہاں کیا کام تھا، خاموش رخصت ہو گئے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ کو ذاتِ حق میں جب سیر ہوئی تو کہا " سبحانی ما اعظم شانی "۔ " پاک ہوں میں، کیا ہی میری شان بڑی ہے "۔ جب جذبۂ حق سے نزول ہوا تو مریدوں نے آپ کے اس قول پر اعتراض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ " اگر آئندہ ایسا کہوں تو مجھ کو قتل کر دو "۔ دوسری بار حالت عروج میں پھر یہی دعویٰ کیا۔ مریدوں نے شمشیر چلا دی لیکن آپ پر اس کا کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ جذبہ فرو ہونے کے بعد مریدوں نے سارا ماجرا سنایا جواباً آپ نے فرمایا " اس وقت بایزید رہتا تو قتل ہو جاتا ـ بایزید تو اس وقت خدا تھا۔

تابہ کے از لا سخن گوئی بیا حافظ بیا ۔ ایں زباں فرا ک عشق سر الا اللہ گیر

اسی طرح اصحابِ رضؓ مہدی موعودؑ کے پیشِ نظر یہی احتیاط تھی اور جب ان کی ہستیِ موہومی کا ارتفاع ہوا اور حجابِ تعین برخاست ہوا تو بجائے "انا الحق" کے فرمایا "میں نے مہدی کو نہیں دیکھا، اپنے خدا کو دیکھا۔" یا پھر "میرا جیو انتم ذات اللہ ہستید۔"

سالک اگر نفسِ کلمہ کی تہ تک پہنچ جائے تو اس پر کلمہ کے معانی اور اسرار کھلنے لگتے ہیں ۔ اور لا ھو الا ھو کی حقیقت اس پر منکشف ہونے لگتی ہے ۔ کسی کے عاشقِ حق اور طالبِ صادق ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ حرف پر نظر نہیں رکھتا بلکہ معنیٰ کی تہ تک پہنچتا ہے ۔ اور جمالِ حقیقت کا نظارہ کرتا ہے اسے توحیدِ حقیقی سے غرض ہوتی ہے اور بس ۔

وجودِ ما معمائیست حافظ ۔ کہ تحقیقش فسون است و فسانہ

یہی وہ اصلِ اصول دین ہے جس کی وجہ تاکیداً اور حکماً حضرت امامنا مہدی موعودؑ نے ارشاد فرمایا" خدائے تعالیٰ کا ذکر کرو تا کہ خدائے تعالیٰ کی بینائی حاصل ہو ۔"

ایں یک دو دم کہ دولتِ دیدار ممکن است ۔ دریاب کارِ دل کہ نہ پیدا است کارِ عمر

اسی رمز اور حقیقت کو حضرت سید شہدا ر بدلِ ذاتِ مہدی موعودؑ خاتمِ حجتِ مہدی موعودؑ بندگی میاں سید خوندمیر صدیقِ ولایت حاملِ بارِ امانت رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا" جو عمل کہ نظر میں آئے وہ مردود ہے اور جو عمل کہ نظر نہ آئے مقبول ہے ۔ تمام عمر میں ایک بار بھی عمل نظر میں آئے تو وہ عمل مردود ہے ۔

Scanned with CamScanner

فنا ہوئے بغیر عمل مقبول نہ ہوگا۔ عمل کرنے والا فنا ہو جائے۔ اگر کوئی دیکھے عمل کرنے والا باقی ہے تو وہ عمل نظر آتا ہے۔ طالب خدا کو چاہیئے کہ فنا حاصل کرے اصل کام یہی ہے۔" مطلب یہ ہوا کہ عمل کرنے کا احساس' عمل کرنے والے میں قطعاً باقی نہ رہے اور فنا در اصل یہی ہے۔

نورِ خدا نمایدت آئینہ مجردی۔ از درِ ما درآ اگر طالب عشق سرمدی (حافظ)

اسی سبب سے حضرت بندگی میاں ملک جیؒ نے فرمایا۔" جو شخص اصول میں پورا ہوگا' وہ فروع میں بھی پورا ہوگا۔ جس کے اصول میں نقصان ہوگا' اس کے فروع میں بھی نقصان ہوگا۔" اس بات کا اندازہ اس ایک واقعہ سے ہی ہو جاتا ہے' شیخ الاسلام حضرت شیخ صدر الدینؒ حسب الحکم بادشاہِ سندھ تحقیق دعویٰ مہدیت کی غرض سے خدمتِ امامنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں آئے آپ اصول سے زیادہ فروع کے پابند تھے اور احکام احسان و تصوف سے زیادہ امور شرعی پر کاربند تھے۔ انہوں نے باوجود بحث و مباحثہ کے تصدیق مہدیت کے لئے مزید چھ ماہ کی مدت طلب کی اور صحبت میں رہنے کی اجازت چاہی حضور امامناؑ نے ذکرِ دوام کی تلقین فرمائی اور مطابقِ ترتیب ادائی معمولات کے لئے حجرہ مرحمت فرمایا۔ تین ہی دن گزرے تھے کہ انھوں نے تمام اصحاب و مہاجرین رضوان اللہ اجمعین کو مدعو کیا اور بحضورِ اجماعِ کثیر تصدیق مہدیت سے مشرف ہوئے۔ ساتھ ہی تعلقاتِ دنیوی' وظیفہ اور انعام وغیرہ سب کچھ ترک کر کے حضور مہدی موعودؑ کی صحبت اختیار کی اور گوہر مقصود پایا۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے۔

Scanned with CamScanner

"میں اپنے بندے کے دل میں جھانکتا ہوں اور میرا ذکر اس کے دل میں غالب پاتا ہوں تو میں اس کی سماعت بن جاتا ہوں۔ جس سے وہ سنتا ہے۔ اس کی بصارت بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو عطا کرتا ہوں۔ دعا کرتا ہے تو قبول کرتا ہوں"۔

واقعہ مذکورہ بالا میں ایک حقیقت اور ایک بڑا درس پنہاں ہے وہ یہ کہ انسان، اگر کسی مسئلہ میں شک و شبہ رکھتا ہے تو، بس اپنے مرشد سے تلقینِ ذکر حاصل کرلے اور صدقِ دل و یقینِ کامل کے ساتھ رجوع الی اللہ ہو جائے۔ ساری حقیقت ظاہر ہو جائے گی اور سارے شکوک و شبہات جاتے رہیں گے نیز بحث و مباحثہ اور استفتاء و فتویٰ سب اس حقیقت کے سامنے بے حقیقت و بے وقعت ہو کر رہ جائیں گے قلب کو تشفی و اطمینانِ کلی حاصل ہو جائے گا۔

ہم سب اللہ تبارک و تعالیٰ پر، ملائکہ پر کتبِ منزلہ پر سارے انبیاء و مرسلین پر اور خاتمین علیہم السلام پر ایمان لائے ہیں، ان کی تصدیق کرتے ہیں۔ لیکن قاصر العمل ہیں۔ ذکرِ الٰہی سے غافل ہیں۔ کوئی زیادہ، کوئی کم۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ (سورۂ بقرہ)

تم مجھ کو یاد کرو، میں تمہیں یاد کروں گا۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں حسن فرماتے ہیں کہ "حلاوت تمہیں تین چیزوں میں

ڈھونڈنی چاہیئے۔ نماز، ذکر اور قرآن پڑھتے ہیں۔ اگر ان میں تمہیں حلاوت نہ ملے تو جان لو کہ تم قید و بند میں ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ چیزیں تین نہیں بلکہ ایک ہی ہیں اور وہ ذکر ہے۔ کیوں کہ نماز اور قرآن ذکر ہی پر مشتمل ہے۔ بلکہ ذکر نام قرآن ہے اور نماز سے مراد ذکر حق ہے۔

تھا ترا خیال ہی مستتر، تھی تری تلاش ہی خیمہ زن!
مری آہ میں مری واہ میں، مرے سوز میں مرے ساز میں
نہ کسی سے کام نہ واسطہ، مجھے کام اپنے ہی کام سے
ترے ذکر سے تری فکر سے تری یاد سے ترے نام سے

ذاکر کے لئے اس سے بڑی نعمت کیا کہ ذاکر کو خود خدا تعالیٰ بھی یاد کرتا ہے جس کا صلہ فنائے ذات اور دیدارِ حق ہے۔ بات ختم کرنے سے پہلے اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس ارشاد کو یاد دلانا ضروری خیال کرتا ہوں۔ کیوں کہ آپ اور ہم سب کے سب اپنے مومن اور مصدق ہونے کا یقین رکھتے ہیں۔ حق تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو جن میں ہم لوگ بھی شامل ہیں، متوجہ فرماتا ہے۔

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ
لِذِکْرِ اللّٰہِ۔ (سورۃ الحدید)

کیا ایمان والوں کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل گڑگڑاتے ہوئے
الحاح و زاری کے ساتھ اللہ کا ذکر کریں۔

ہماری زندگی کا اس سے بڑا کوئی المیہ نہیں کہ زندگانی کے ان قیمتی لمحات کو وقت کے ہاتھوں چھین کر کہیں کسی گوشے میں چھپا کر نہیں رکھ سکتے!

Scanned with CamScanner

زندگی کے گزرتے ہوئے لمحات سے جدائی کا احساس بڑا یاس انگیز اور جان لیوا ہوتا ہے۔ وہ لمحات جو انسان کے ہاتھوں سے دامن چھڑا کر چپ چاپ پیچھے دھندلکوں میں سرک جاتے ہیں، ہم انہیں کیوں واپس بلا نہیں سکتے۔؟ کیوں انہیں یہاں کھینچ کر نہیں لا سکتے۔؟ ہمارے حق میں یہ کتنا بڑا المیہ ہے!!!

دی درگذار بود و نظر سوئے ما نکرد ۔ بیچارہ دل کہ ہیچ ندید از گذار عمر

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں "اہل جنت کو کسی امر پر حسرت نہ ہوگی مگر دنیا میں جو لمحہ غفلتِ ذکرِ الٰہی میں ان پر گزرا، اس پر حسرت ہوگی۔"

حضور امامنا مہدی موعودؑ ارشاد فرماتے ہیں "مرد بنو، خدا کے ساتھ رہو یا مرد کی پیروی کرو، شیطان کے ساتھ مت رہو۔" یہ فرمان گویا بیانِ فرمانِ الٰہی ہے۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ
بِالْغَدَاوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ (سورۂ کہف)

اور روکے رکھ اپنے آپ کو ان کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح و شام اور طالب ہیں اس کی ذات کے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ "آدمی اپنے یار کے دین پر ہوتا ہے۔ اب تمہیں غور کرنا چاہیئے کہ تم کس کو اپنا دوست بناتے ہو۔
(ترمذی۔ اسناد صحیح وقال حدیث حسن۔ ابو داؤد)

گر نہ توانی ز خود بریدن!
در پہلوئے پہلوانِ ما باش!

پس طالب خدا کو چاہیئے کہ وہ اپنے رہبر کی اطاعت فرمانبرداری کو اپنے پر لازم کرلے اور بطیب خاطر مرشد کی پیروی اختیار کرے۔

حافظ چو تو پا در حرمِ عشق نہادی ۔ در دامنِ او دست زن و از ہمہ بگسل

ایک سلسلہ نسبت و تعلق دوسرے ذکر الٰہی کی تلقین و ترتیب یہ کہیں اور ملنے والی چیز نہیں ۔ ان کا حصول مرشد سے ہی ہوگا ۔ اور اسی ذریعہ سے گوہر مقصود تک رسائی ممکن ہے۔ بے پیر رہنا گویا شیطان کو اپنا پیر بنا لینا ہے۔ یا پیر رکھتے ہوئے بھی پیر سے استفاضہ باطنی نہ کرنا، بڑے گھاٹے کا سودا ہے ۔ آج کا تقاضائے اولین یہی ہے کہ ارادت و ارشاد کی حکمت کو سمجھا جائے ۔ فی زمانہ دائرہ کا ظاہری معنیٰ اور مطلب مرشد کی مسجد ہی ہے ۔ ضرورت ہے کہ اوقاتِ ذکر میں مسجدوں کو اپنی قیام گاہ بنالیا جائے۔ جیسا کہ مروی ہے ۔ " چند برادرانِ دائرہ خدا کے ذکر کے لئے دائرے کے باہر گئے ۔ حضور امامنا مہدی موعودؑ نے پوچھا تم کس لئے یہاں آئے ہو ؟ عرض کیا گیا کہ ذکر کیلئے آئے ہیں ۔ اس لئے کہ دائرہ میں بچے شور مچاتے ہیں ۔ ارشاد فرمایا ۔ اس گوشہ سے وہ شور بہتر ہے ۔ پھر تاکیداً فرمایا ۔ واپس جاؤ اور دائرہ میں رہو کیوں کہ خدا تعالیٰ مرشد کے واسطے سے دائرہ میں نگہبانی کرتا ہے ۔"

آخر میں ایک بات اور کہوں کہ ہر انسان کو اس کے عمل سے کچھ صلہ ضرور حاصل ہونا چاہیئے حضور امامنا مہدی موعود خلیفۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں " جو شخص عمل کرتا ہے اور اس عمل سے کچھ کشادگی نہ ہوتی ہو تو اس کا وہ عمل ضائع ہے ۔ نہ آخرت کا فائدہ ہے نہ دنیا کا " پس ہر شخص کو اپنا احتساب کرنا چاہیئے کہ اسے اپنے عمل سے کچھ کشادگی بھی ہو رہی ہے یا یونہی عمل ضائع جارہا ہے ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ

کے احتساب سے قبل ہی خود کا احتساب موجب نجات ہوسکتا ہے۔ کیونکہ ابتک زندگی میں جو کچھ غفلت ہوچکی، اس کی معافی وتلافی ہنوز اختیار میں ہے۔ کیونکہ "جسم" میں ابھی "روح" قرار پذیر ہے۔ پتہ نہیں کل کیا ہو، بلکہ پل جھپکنے تک کیا پیش آئے بہتر ہے کہ صدق دل سے طالب معافی اور طالب صادق ہوجائیں۔ عجب نہیں بصدقہ خاتمینؑ و بہ طفیل سیدینؑ و صالحینؓ و مرشدان عالی مقام اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی رحمت خاص سے درگزر فرمائے اور بقیہ عمر عزیز بھی انشاء اللہ المستعان مسرور و شادکام بسر ہو جائے۔ آمین۔ یارب العالمین۔

این تقوی ام بس است کہ چوں زاہدان شہر
ناز و کرشمہ بر سر منبر نمیکنم

عاصی حقیر فقیر
سیّد خدابخش میانجی عفی عنہ
(دائرہ نو)

۱۴ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ

مطبوعہ: نیشنل فائن پرنٹنگ پریس چارکمان حیدرآباد

Scanned with CamScanner